# مرثیہ عارف

## B.A.-I Sem-I

## Urdu Optional Paper – I

مرزا اسد اللہ خان غالب

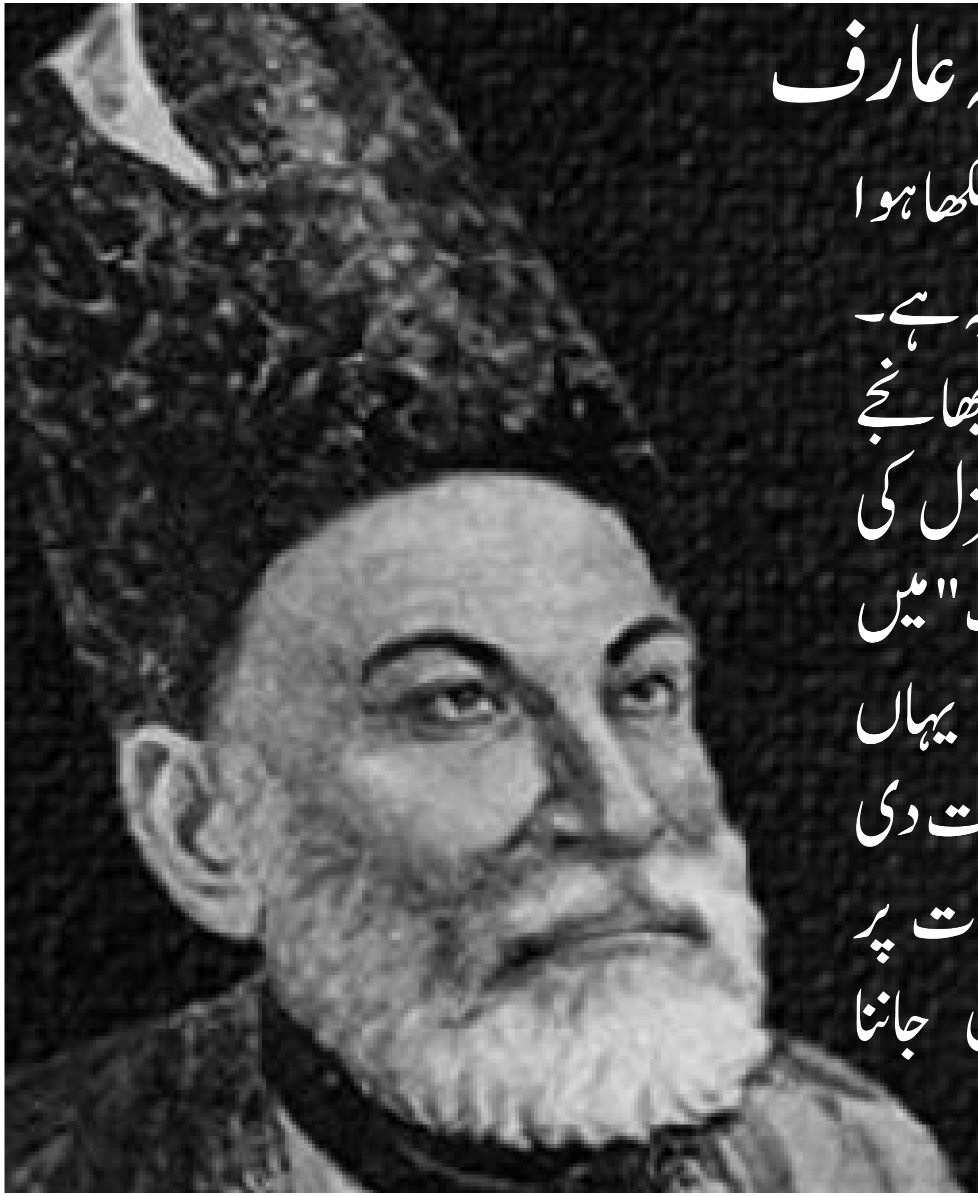

# مرثیہ عارف

"مرثیہ عارف" مرزا اسد اللہ خان غالؔب کا لکھا ہوا "شخصی مرثیہ" ہے۔ یہ اُردو کا پہلا شخصی مرثیہ ہے۔ یہ مرثیہ غالب نے اپنی کی بیوی کے بھانجے "عارف" کی وفات پر لکھا تھا۔ یہ مرثیہ غزل کی ہیئت میں کہا گیا ہے۔ یہ مرثیہ "دیوانِ غالؔب" میں شامل ہے۔ مرثیے کا خلاصہ لکھنے سے پہلے یہاں عارف کے متعلق کچھ ضروری و بنیادی معلومات دی جارہی ہے۔ کیونکہ یہ مرثیہ عارف کی وفات پر لکھا گیا ہے۔ اس لیے عارف کے متعلق جاننا ضروری ہے۔

# مرثیہ عارف

## مرثیے کا پس منظر اور عارف :

غاؔلب کو سات اولادیں ہویں لیکن افسوس اُن میں سے کوئی بھی پندرہ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔ اس لیے غالب لا ولد ہی رہے۔ اپنی اسی تنہائی اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر غاؔلب نے عارف کو گود لیا۔ عارف ان کی بیوی کے بھانجے تھے۔ ان کا نام "زین العابدین خاں" تھا اور "عارفؔ" تخلص تھا۔ وہ غاؔلب ہی کے شاگرد تھے۔ اس طرح عارف سے غالب کے دو رشتے تھے۔ ایک والد اور دوسرا اُستاد۔ لیکن عارف بھی عین شباب کے عالم میں پینتیس (35) سال کی عمر میں وفات پائی ۔ عارفؔ کی جواں مرگی پر غالب نے یہ مرثیہ لکھا۔ جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔

# مرثیہ عارف

خلاصہ :مرثیۂ غاؔلب میں صرف دس(10 ) اشعار ہیں لیکن غالب نے ان میں اپنا دل کھول کرر کھ دیا ہے۔ یہی غاؔلب کی انفرادیت ہے۔ یہ مرثیہ غالب کی طبع رسَا کی بہترین مثال ہے۔ "کوئی دِن اور" ردیف کے استعمال سے غالب نے مرثیے کی معنوی خوبی کو دوبالا کر دیا ہے۔ غاؔلب عارف سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اتنی کم عمری میں انتقال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور یہ کیا کہ مرے بھی تو اکیلے، اور ہمیں تمہارا غم اُٹھانے کے لیے تنہا چھوڑ دیا۔ مطلع میں غالب نے صنعت تجاہلِ عارفانہ استعمال کی ہے۔ غاؔلب آگے کہتے ہیں کہ ہم پسماند گان تمہاری یاد میں پتھر پر ماتھا رگڑتے رہ جائیں گے لیکن تم واپس نہ آوگے۔ ہمارے نصیب میں محض سر پیٹنا رہ گیا ہے۔ عارف کی کم سنی میں موت پر کہتے ہیں کہ تم کل ہی دنیا میں آئے تھے۔ کچھ دن میرے گھر میں رہے اور اتنی جلدی رخصت ہو رہے ہو۔ یہ عمر دُنیا سے جانے کی نہیں ہے۔ زندگی جینے کے لیے ہے۔ خوش رہنے اور خوش رکھنے کے لیے ہے۔ تم جانے کی اتنی جلد بازی کیوں کر رہے ہو۔ اب تم سے ہماری دوسری ملاقات قیامت میں ہو گی۔ لیکن تمہارا جانا میرے لیے اصل قیامت سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ تمہارا جانا ہمارے لیے قیامت سے زیادہ اذیت ناک ہے۔ غالب کا یہ شعر شہرت دوام رکھتا ہے۔ یہ شعر ضرب المثل بن گیا ہے۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے

کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

# مرثیہ عارف

غاؔلب قسمت کا گلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عارف ابھی کمسن تھا۔ جواں سال تھا۔ ابھی اس کے جینے کی عمر تھی۔ قسمت کا گلہ کرتے ہوئے غالب مزید کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص اس دنیا میں اس وقت نہ مرتا تو تیرا کیا نقصان ہوتا۔ پھر عارف سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: تم کچھ ہی برس میرے گھر میں رہے۔ تمہارے آنے سے میری زندگی میں خوشیاں آئیں۔ گھر کا ماحول خوشگوار ہوا۔ گھر میں چہل پہل ہوئی۔ گھر کی رونق بڑی۔ لیکن یہ ساری خوشیاں، چہل پہل اور رونقیں تمہارے ساتھ چلی گئیں۔ غالب کہتے ہیں کہ : تم نے ایسی کوئی خطا بھی نہیں کی تھی کہ ملک الموت تمہیں لے جانے کا تقاضا کرتا۔ چھوٹی موٹی باتیں تو ہر گھر میں ہوتی ہی ہیں۔ چھوٹے بچے آپس میں کھیلتے کودتے لڑائی جھگڑا کرتے رہتے ہیں۔ ایسی ہی کسی قسم کی لڑائی "نیرؔ" (غالب کا شاگرد جو عارف کا ہم عمر تھا) سے ہو گئی ہو گی۔ غالب عارف سے مخاطب ہو کے کہتے ہیں کہ : تم نے مجھ سے شکایت کی ہو گی۔ میں نے نظر انداز کیا ہو گا۔ اس بات سے تم اتنے خفا ہوئے کے ملک الموت تمہیں لینے آیا اور تم نے اسے منع بھی نہیں کیا۔ یہ کیسا طریقہ ہے اپنی ناراضگی دکھانے کا۔ اس شعر میں بھی تجاہلِ عارفانہ ہے۔ جیسے تیسے، خوشی و غم میں یہ زندگی گزر جاتی۔ عمر کٹ جاتی۔ تم اسی طرح میرے ساتھ زندگی بیتاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ تمہیں اس طرح عہدِ جوانی میں نہیں مرنا چاہیے تھا۔

# مرثیہ عارف

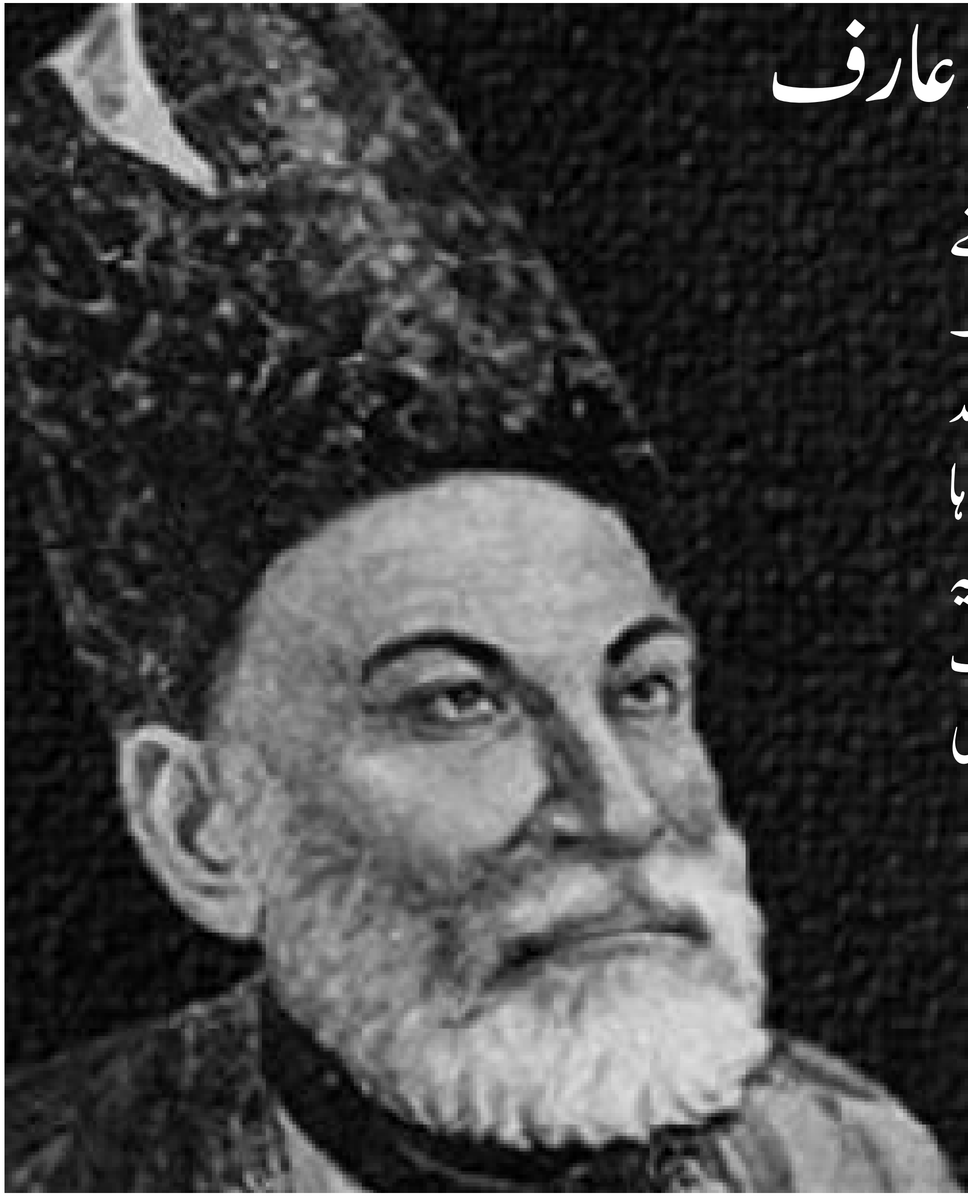

غالب آگے کہتے ہیں کہ : قدرت نے زندگی دی ہے اس لیے زندہ رہنا میری مجبوری ہے۔ ورنہ میں تمہارے وصال میں ، دُکھ میں مر جاتا ۔ اللہ تعالیٰ نے خودکشی حرام کی ہے اس لیے میں عمر گزار رہا ہوں لیکن میری زندگی میں کوئی لطف باقی نہیں ہے۔ یہ جینا نہیں ہے ۔ یہ زندگی نہیں ہے۔ اب میں صرف موت کے انتظار میں جی رہا ہوں کہ کب موت آئے گی اور کب میں اس کے ساتھ جاوں۔

ناداں ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہو غالب
قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

☆☆☆